# قائداعظم یونیورسٹی کی زمین پر ایک بار پھر قبضہ

(پرویز امیر علی ہود بھائی)

چندروز قبل میں نے قائداعظم یونیورسٹی کے کیمپس کے اوپر ایک نوتعمیر کردہ، نہایت عالیشان محل دیکھا، جس کے باہر بہت سی شانداراورنئی گاڑیاں کھڑی تھیں۔ پہلا خیال تو یہ گذرا کہ یہ کسی مالدار عرب شیخ کا گھر ہوگا، لیکن درحقیقت یہ عمارت سینٹ کے سابقہ چیئرمین اور پاکستان پیپلز پارٹی کے اہم رکن کی رہائش گاہ ہے۔ یہ ان عالیشان مکانوں میں سے ایک ہے جو یونیورسٹی کے درجنوں ایکڑ پر قبضہ کر کے تعمیر کئے گئے ہیں۔ میں یہ سوچتا رہا کہ ایک طرف مغربی ممالک میں متمول افراد اپنی املاک، اپنی پسند کی یونیورسٹی کو عطا کرتے ہیں تو دوسری طرف ہمارے یہاں اہل اقتدار تعلیمی اداروں کو بھی نہیں بخشتے اور ان کی زمینوں پر قبضہ کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

قائداعظم یونیورسٹی کی زمین پر قبضے کی ابتدائی کوشش آج سے قریباً بیس برس قبل اس وقت ہوئی جب وزیراعظم بے نظیر بھٹو نے اپنے پارلیمانی ساتھیوں کو نوازنے کی خاطر یونیورسٹی کے کیمپس میں پلاٹ دینے کی پیشکش کی۔ مارکیٹ کے بھاؤ کے مقابلے میں یہ پلاٹ اونے پونے دام پر خریدے جاسکتے تھے اور ہر شخص یہ جانتا تھا کہ چند سالوں کے اندر ان کی قیمتیں دس گنا بڑھ جائیں گی۔ یونیورسٹی کے اساتذہ اور ملازمین کو بھی چھوٹے پلاٹوں کی پیشکش کی گئی تاکہ وہاں سے کوئی اعتراض نہ اٹھ پائے۔

حزبِ اقتدار کے اراکین پارلیمنٹ نے پہلی پہلی قسطیں ادا کرنے میں کوئی تاخیر نہ کی تاکہ یہ لین دین جلد طے پا جائے۔ دولت کی ہوس میں حزب اختلاف کے اراکین پارلیمنٹ بھی اس بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے کی غرض سے قطار میں لگ گئے۔ یہ سودا اتنا منافع بخش تھا کہ پارٹی وفاداریاں تبدیل ہونے کی بازگشت سنائی دینے لگی۔ اس صورتحال نے سب سے بڑی اپوزیشن پارٹی کے رہنما کو تشویش میں مبتلا کر دیا۔ لٰہذا میاں نواز شریف نے اپنی جماعت کے اراکین کو اس لوٹ مار میں شریک ہونے سے منع کیا۔ مگر بعد میں ایسا ہوا کہ لوٹ مار کا یہ منصوبہ کامیاب نہ ہوسکا۔ قائداعظم یونیورسٹی کے چند اساتذہ نے اس کے خلاف عدالت میں مقدمہ دائر کیا اور 1996ء سے 1997ء کے بیچ اٹھارہ ماہ تک جدوجہد کرتے رہے۔ ان کا ساتھ نامور قانون دان عابد حسن منٹو نے دیا، عوامی مفاد کے تحفظ کے لئے بلا معاوضہ قانونی چارہ جوئی کی اور بالآخر مقدمہ جیت لیا۔ عدالت نے فیصلہ سنایا کہ قائداعظم یونیورسٹی کی زمین پبلک ٹرسٹ ہے اور اس پر صرف پاکستانیوں کی آنے والی نسلوں کا حق ہے، اور یہ کہ اس زمین کو نجی املاک میں تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ اس کامیابی اور بے نظیر بھٹو کی حکومت کی برطرفی نے زمین پر قبضے کا باب وقتی طور پر بند کر دیا۔

قبضہ گیر دس برس بعد پھر متحرک ہوگئے۔ اس بار یہ کاروائی یوں کی گئی کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ کیمپس میں موجود محض چند افراد ہی اس سے واقف تھے کہ غیر قانونی محل اور اس جیسی دیگر تجاوزات کی تعمیر کہاں کہاں جاری ہیں۔ یونیورسٹی کے وائس چانسلرز اور رجسٹرارز کو کسی نامعلوم طریقے سے قائل یا مجبور کر دیا گیا کہ وہ بس ایک واجبی سے احتجاج تک ہی محدود رہیں اور مزاحمت نہ کریں۔ یوں خاموشی، مگر تیز

رفتاری سے زمینی حقائق تبدیل ہوتے چلے گئے۔ یقینی طور پر صرف اسرائیلی ہی وہ واحد لوگ نہیں جو مقبوضہ زمین پر بستیاں تیزی سے تعمیر کرنا جانتے ہیں۔

اب ایک نظر موجودہ صورتحال پر بھی ڈالتے چلیں۔ یونیورسٹی کی نئی انتظامیہ اس دریافت پر حیران رہ گئی کہ اسے ورثے میں وہ کیمپس ملا ہے جس کا ایک بڑا حصہ پہلے ہی ہڑپ کیا جا چکا ہے، جہاں غیر قانونی تجاوزات بڑھتی جا رہی ہیں اور ایک غیر قانونی سڑک بھی زیر تعمیر ہے۔ اس کے علاوہ یونیورسٹی کے اندر ایک سڑک کی تختی بدل کر اسے محل کے مالک سے منسوب کرتے ہوئے بڑی ڈھٹائی سے ''بخاری روڈ'' کا نام دے دیا گیا ہے۔

یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ اسلام آباد کی حد بندی کے قوانین بنانے اور نافذ کرنے کا ذمہ دار ادارہ کیپیٹل ڈویلپمنٹ اتھارٹی اس سارے معاملے میں کیا کہتا ہے؟ اسی طرح اس ضمن میں وزارتِ داخلہ کا کیا موقف ہے؟ ان کا مختصر جواب یہ ہے کہ کچھ خاص نہیں۔ یونیورسٹی انتظامیہ نے بارہا موجودہ نقشوں کی تصدیق کرانے اور حد بندیوں کو نمایاں کرنے کی درخواست کی ہے، مگر کوئی شنوائی نہیں ہوئی ۔ دوسری طرف سی ڈی اے نے یونیورسٹی کی چار دیواری کی تعمیر رکوا دی ہے۔ واضح رہے کہ دو برس قبل آرمی پبلک اسکول پر دہشت گردوں کے حملے کے بعد چار دیواری کی تعمیر سیکورٹی کے لئے ایک قانونی ضرورت ہے۔ اس وقت قبضہ گیر مافیا پٹواریوں کو رشوتیں اور نذرانے دے کر زمین کے ریکارڈ میں ہیرا پھیری کرنے میں مصروف ہے۔ قائداعظم یونیورسٹی کے معاملے میں سی ڈی اے کی کاہلی کا موازنہ اس مستعدی سے کیجئے جب پٹھان کالونی کے افلاس زدہ رہائشیوں کے کچے مکانوں کو بڑی عجلت سے منہدم کر دیا گیا تھا۔ بعض اعلیٰ درجے کے افسران نے خلوت میں یہ مشورہ دیا ہے کہ قائداعظم یونیورسٹی کو اپنی دفاعی قوت خود مضبوط کرنی پڑے گی۔ تو کیا اب یونیورسٹی کو کلاشنکوف، راکٹ لانچرز اور بکتر بند گاڑیاں حاصل کرنی ہوں گی؟ اگر اس مشورہ پر عمل کیا جائے تو ہم یقیناً صومالیہ بننے کے رستے پر چل پڑیں گے۔

آج قائداعظم یونیوسٹی کی زمین کو پھر خطرہ لاحق ہے۔ اگر قبضہ گروپوں کی جیت ہوئی تو پاکستان کی اس بہترین یونیورسٹی کا مستقبل تاریک ہو جائے گا۔ اس کا پھیلاؤ رک جائے گا اور نئے شعبوں اور تحقیقی اداروں کے لئے جگہ نہیں رہے گی۔ میاں نواز شریف نے بیس سال پہلے یونیورسٹی کی زمین پر قبضے کی مخالفت کی تھی اور آج بھی انہیں ایسے افراد اور گروپوں کو سختی سے روکنا چاہیے جو ناجائز قبضہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔